تعارف اور تبصرے

۱۔ کتاب کا نام : ''مثنوی رموزِ بے خودی کا فنّی و فکری جائزہ''

مؤلف :عبدالعزیز خان (عزیز احسن)

ناشر :نعت ریسرچ سینٹر، کراچی۔

ضخامت :۲۲۴صفحات

اشاعت :۲۰۱۱ء

مبصر :ڈاکٹر شاہ انجم اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج (پھلیلی)، حیدر آباد۔ سندھ

زیرِ تبصرہ کتاب دراصل جناب عزیز احسن کا وہ تحقیقی مقالہ ہے، جس پر انھیں علّامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد کی جانب سے ۲۰۰۹ء میں اقبالیات میں ایم۔فل کی ڈگری عطا کی گئی۔ یہ مقالہ پروفیسر ڈاکٹر سرفراز ظفر صاحب کی نگرانی میں مکمل ہوا۔

جناب عزیز احسن پیشے کے اعتبار سے تو ''آڈیٹر'' ہیں مگر طبعاً وہ اعلیٰ و ادبی رجحان کے مالک ہیں۔ چناں چہ ایک نعت گو کی حیثیت سے اچھی شہرت رکھتے ہیں اور اب تک آپ کے تین نعتیہ مجموعے بھی شایع ہو چکے ہیں۔ علاوہ ازیں نعتیہ ادب کے سرمائے کا انتقادی مطالعہ آپ کا اختصاصی میدان قرار دیا جا سکتا ہے، جس کا ثبوت اس حوالے سے شایع ہونے والے آپ کے چار مجموعہ ءمضامین ہیں۔ الغرض اگر یہ کہا جائے کہ نعت اور اس کے متعلقات پر آپ کی گہری نظر ہے تو غلط نہ ہوگا۔

پیش نظر مقالہ بھی آپ کے تنقیدی و تحقیقی ذوق کا آئینہ دار ہے۔ یہ مقالہ پانچ ابواب کے علاوہ: جواز، پیش لفظ، تحقیقی نتائج اور کتابیات پر مشتمل ہے۔ ہر باب متعدد فصلوں پر مشتمل ہے جب کہ ہر فصل کے اختتام پر حواشی و حوالہ جات کا اہتمام کیا گیا ہے۔ نیوز پرنٹ اور آرٹ کارڈ پر رنگین سرورق کے ساتھ یہ پیپر بیک اڈیشن جاذب نظر ہے۔

فاضل مؤلف نے علامہ اقبال اور ان کے کلام سے اپنی دل چسپی کے آغاز کی اجمالی روداد ابتدا ہی میں رقم کر دی ہے۔

مثنوی ''رموز بے خودی'' اپریل ۱۹۱۸ء میں شایع ہوئی تھی۔ اس کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے

فاضل مقالہ نگار نے یقیناً دُرست لکھا ہے کہ: ''رموزِ بے خودی اپنے موضوع، ربطِ خیالات، اسلامی زندگی کے اجتماعی خدوخال کی پیش کش اور شاعرانہ اندازِ بیان کے اعتبار سے فارسی ادب میں یقیناً ایک گراں قدر اضافہ ہے''۔ (ص ۲۹)

پیشِ نظر مقالے میں جن اہم پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے اُن میں سے میں چند ایک کا ذکر مندرجہ ذیل نکات کی صورت میں کیا جاتا ہے:

☆ اسلامی حیاتِ اجتماعی کا تصوّر
☆ مثنوی کے محاسن، معنی، ہیئت، عروضی اوزان اور اقبال کی مثنوی
☆ رموزِ بے خودی کا فنّی جائزہ، زبان و بیان، اقبال کی اختراعی تراکیب
☆ مثنوی میں پیش کردہ نظریات کا عمرانی پہلو
☆ توحید و رسالت کے اسلامی معاشرے پر اثرات
☆ اقبال کی ندرتِ فکر کا جائزہ وغیرہ

فاضل مقالہ نگار نے اپنے پیش لفظ میں جو لکھا ہے کہ: ''اس مقالے میں چند موضوعات پر اقبال کی مثنوی کے مندرجات کو ان کے فکری نظام کی کلیّت میں سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے'' وہ بالکل درست ہے۔ قارئین اس مقالے کے مطالعے کے بعد یقیناً اس پر صاد کریں گے۔ کیوں کہ اس میں اقبال کے اُردو اور فارسی کلام کے تناظر میں فکرِ اقبال کے رجائی پہلو کو بہ خوبی اُجاگر کیا گیا ہے۔

کلامِ اقبال سے شغف رکھنے والے تو بہ خوبی جانتے ہیں کہ اقبال نے جہاں فرد کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے نظریہء خودی پیش کیا وہیں ملّت کی اجتماعی حیثیت و اہمیت کو واضح کرنے کے لیے نظریہء بے خودی پر کس قدر زور دیا ہے؟ طلبہ اور عام قارئین کے لیے عرض کرتے ہیں کہ فکرِ اقبال کے متذکرہ پہلوؤں کی جتنی اہمیت بیسویں صدی کے آغاز میں تھی، اس سے کہیں زیادہ آج، جب کہ ہم اکیسویں صدی میں داخل ہو چکے ہیں، محسوس کی جارہی ہے۔

جیسا کہ سب جانتے ہیں، ملّتِ اسلامیہ روز افزوں زبوں حالی کا شکار ہے، اور یہ مسلسل اخلاقی، تعلیمی، معاشی اور روحانی اعتبار سے ترقیِ معکوس سے دوچار ہے۔ ہنود و یہود کی سازشیں رنگ لارہی ہیں، ہم تقسیم در تقسیم ہوتے چلے جارہے ہیں۔ ایک طرف مغربی تہذیب کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے تو دوسری طرف اوطان پرستی سے لے کر بتانِ رنگ وخوں کی پرستش تک، طرح طرح کے کارِ جہل اور عصبیت کے مظاہر دیکھنے میں آرہے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں ''رموزِ بے خودی'' کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ چناں چہ متذکرہ خرابیوں کے پیشِ نظر کہا